اداریہ

تحقیق کیا ہے؟
(نئے محققین کے نام)

'تحقیق' عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا مادہ حقّ (ح ق ق) ہے۔ باب تفعیل سے اسمِ مصدر 'تحقیق' اور اسمِ فاعل 'مُحقِّق'، اردو میں مستعمل ہیں۔ 'تحقیق' کا انگریزی متبادل لفظ Research ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جدید عربی زبان میں تحقیق کے لیے 'بحث' اور محقق کے لیے 'باحث' کے الفاظ مستعمل ہیں جبکہ تحقیق جدید عربی زبان میں Editing کو کہا جاتا ہے۔

تحقیق کے معنٰی میں ہی سچ، صداقت، انصاف، حقیقت، اصل، موزوں، مضبوط و مستحکم، واجب اور فرض کا مفہوم پایا جاتا ہے۔(۱) خالقِ کائنات نے اپنے اسمائے حسنٰی میں اسے شامل کیا ہے، ذالک بان اللہ ھو الحق(۲)، ترجمہ: ''ان قدرتوں سے ظاہر ہے کہ اللہ ہی (قادر مطلق ہے جو) برحق ہے۔''(۳)

جدید عربی زبان میں تحقیق کے بجائے بحث کے رواج کی وجہ انگریزی کے لفظ Research سے اس کے لغوی معنی قربت ہے۔ Research کے معنی ہیں کھوج، دوبارہ کھوج، دوبارہ تلاش کرنا، یعنی جہاں دوسروں نے تلاش کی ہو، وہیں پھر تلاش کر کے ایسی بات کھوج نکالنا جو دوسرے نہیں ڈھونڈ پائے تھے۔(۴)

Elia's Modern Dictionary (English - Arabic) کے مطابق Research کے معنٰی ہیں ''بَحْثٌ عِلْمِیٌ''، یعنی علمی اور سائنسی کھوج اور تحقیق (جس کی جمع بحوث ہے)(۵)۔ بحث کے مفہوم میں تحقیق کرنا، کھودنا، تلاش کرنا، تفتیش کرنا، بکھیرنا، جدا جدا کرنا، کھولنا، بحث مباحثہ کرنا شامل ہیں۔(۶)

ہندی میں کئی اصطلاحات مستعمل ہیں:

۱۔ انوسندھان: جس کے معنٰی برقرار رکھنا ہیں، سندھان کے معنٰی مقصود کو برقرار رکھنا یا نشانہ لگانے کے ہیں۔ ''انو'' کے معنی ہیں پیچھے یعنی کسی مقصود یا نشانے کا تعاقب کرنا۔ انوسندھان کے ایک معنٰی ٹوٹے بکھرے دھاگوں کو جوڑنا بھی ہیں۔

۲۔ شودھ: کے معنی میل دور کر کے خالص کرنا ہیں۔

۳۔ انویشن: یعنی جان کے پیچھے جانا۔

اردو اصطلاح تحقیق کے معنی سچ یا حقیقت کی دریافت ہے۔ انگریزی اصطلاح ریسرچ کے معنی کھودنا، عربی اصطلاح

بحث کے معنی کھودنا اور تلاش کرنا اور ہندی اصطلاح انوسندھان کے معنی کسی مقررہ نشانے کو حاصل کرنے کے لیے اس کا تعاقب کرنا ہے۔ اردو اصطلاح میں ''سچ'' کے ارفع معنی پوشیدہ ہیں، انگریزی میں محض کھوج ہے۔ تلاش اور کھوج کسی عام یا غیر اہم چیز کی بھی ہوسکتی ہے۔ ہندی اصطلاح انوسندھان سب سے زیادہ ڈھیلی ہے، کسی مقصود کا تعاقب کرنا یہ مقصود پست بھی ہوسکتا ہے۔ ہاں ہندی اصطلاح شودھ منزہ ہے لیکن یہ انوسندھان کے مقابلے میں مات کھا رہی ہے، اس طرح اردو اصطلاح تحقیق یا ادبی تحقیق سب سے بلند سطح پر ہے۔(۷)

''حق'' سے دوسرا لفظ حقیقت بنا ہے یعنی تحقیق، سچ یا حقیقت کی دریافت کا عمل ہے۔ تحقیق کے لغوی معنیٰ کسی شے کی حقیقت کا اثبات ہے، اصطلاحاً یہ ایک ایسے طرز مطالعہ کا نام ہے جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط کو بعض مسلّمات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔(۸)

ڈاکٹر سلطانہ بخش ''اردو میں اصول تحقیق'' میں لکھتی ہیں: ''تحقیق کی بنیاد تلاش و جستجو، مشاہدات، تجربات اور علوم کی افہام و تفہیم پر ہوتی ہے، تحقیق کے ذریعے مروجہ حقیقتوں کی تصدیق کی جاتی ہے اور نئی جہتوں کو تلاش کیا جاتا ہے''۔(۹)

آج کل ہمارے نوجوان محققین اور ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلبہ و طالبات جو تحقیق 'معارف مجلہ تحقیق' کو اشاعت کے لیے بھیجتے ہیں ان میں سے اکثر مقالات میں سب کچھ ہوتا ہے مگر تحقیق نہیں ہوتی ہے۔ بنیادی اور ثانوی کتب سے بے شمار حوالے ہوتے ہیں، دس سے بیس صفحات سیاہ کردیے جاتے ہیں، انگریزی، عربی اور اردو کے کئی اقتباسات نقل کر کے وہ سمجھتے ہیں کہ تحقیق ہوگئی۔ ان کی اس غلط فہمی کو کیسے دور کیا جائے! بار بار سمجھانے کے باوجود ایسے مقالات آتے رہتے ہیں اور وہ اصرار کرتے ہیں کہ انہیں ضرور شائع کیا جائے۔ وہ مختلف تحقیقی مجلّات کا حوالہ دیتے ہیں کہ ان مجلّات میں تو میرے تحقیقی مقالات شائع ہو رہے ہیں۔

تحقیق طلب ایک مسئلہ یا کئی مسائل:

ہر تحقیقی مقالہ کسی ایک تحقیق طلب مسئلہ یا کئی تحقیق طلب مسائل کے حل کے لیے لکھا جاتا ہے، مثلاً ''کیا پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پہ معرضِ وجود میں آیا ہے'' یا ''تحریکِ پاکستان کی بنیاد اسلام ہے''۔ اس موضوع پر کئی کتب اور مقالات لکھے جاچکے ہیں لیکن پاکستان کے موجودہ حالات میں کوئی قومی یا بین الاقوامی سطح کا لیڈر، مفکر یا دانشور، صحافی یا ادیب اس سلسلے میں کوئی متنازع بیان دیتا ہے یا مقالہ، کالم یا اداریہ لکھتا ہے تو اس کو بنیاد بنا کر اس کے جواب میں ایک تحقیقی مقالہ لکھا جاسکتا ہے جس میں تحریکِ پاکستان کے قائدین کے قیام پاکستان سے پہلے اور بعد کی تقاریر اور بیانات، مقالات و مضامین اور خطوط و مراسلات سے یہ ثابت کیا جائے کہ تحریکِ پاکستان کی اساس دو قومی نظریہ ہی تھا۔

اگر کوئی مقالہ نگار ''تحریکِ پاکستان'' کے عنوان سے تحریک پاکستان کے قائدین کی تحریروں سے کئی اقتباسات نقل کر کے ایک مقالہ لکھ دیتا ہے، تو ہوسکتا ہے کہ تحریک پاکستان کے بارے میں وہ ایک اچھا مضمون ہو لیکن اسے تحقیقی مقالہ نہیں کہا جا

سکتا ہے جب تک مقالہ نگار تحقیق طلب مسئلہ یا مسائل کی نشاندہی کر کے نہ بتائے کہ اُس نے اس مقالہ میں کیا تحقیق کی ہے۔

اسی طرح کوئی ''اسلام میں تشریع، تحقیقی مقالہ'' کے موضوع پر ایک مقالہ لکھتا ہے اور اس میں فقہ اور اصول فقہ اور تشریعِ اسلامی کی کئی کتب کے مکمل حوالے اور اقتباسات درج کر دیتا ہے جس میں اسلام میں قانون سازی کے مصادر کی تعریف میں کئی ماہرین کے اقوال درج کر دیتا ہے لیکن اس میں اس نے تحقیق کیا کی ہے؟ اس کی کہیں بھی وضاحت نہیں کرتا ہے کہ اب عصر جدید میں تشریع اسلامی کے ماخذ اور مصادر یا طریقۂ کار میں کوئی تبدیلی آ گئی ہے یا مختلف ماہرین کی آراء میں وہ ایسے اختلاف کی نشاندہی کر رہا ہے جو اس سے پہلے کسی محقق یا مقالہ نگار کی تحقیق نہیں ہے۔

اسی طرح حیاتِ اقبال یا حیاتِ امام بخاری یا قائداعظم یا سر سید احمد خان کی زندگی اور خدمات پر ایک اچھا مضمون کوئی لکھتا ہے تو بھی اسے تحقیقی مقالہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ ''حقوق العباد، شاہ ولی اللہ کی نظر میں''، اس موضوع کے تحت کوئی مقالہ نگار وہی قرآنی آیات و احادیث حوالوں کے ساتھ نقل کر دیتا ہے جو اکثر کتب میں موجود ہیں، مزید کچھ شاہ ولی اللہؒ کی مختلف کتابوں کے اقتباسات نقل کر دیتا ہے، اب اس نے تحقیق کیا کی ہے، وہ کیا ثابت کرنا چاہتا ہے؟ شاہ ولی اللہ نے حقوق العباد کے حوالے سے دیگر علماء و فقہاءِ اسلام سے ہٹ کر کوئی اجتہاد کیا ہے؟ یا کوئی نئی بات پیش کی ہے؟

ایسے بعض موضوعات اساتذۂ کرام اپنے تحقیق کے مبتدی طلبہ کو تحقیق کے اصول و قواعد کی مشق کروانے کے لیے دیتے ہیں مثلاً ''شاہ ولی اللہ کی علمی خدمات''، اس موضوع پر شاہ ولی اللہ کی اپنی کتب اور دیگر مصنفین کی کتب دستیاب ہیں۔ یہ موضوع تحقیق کے لیے نہیں دیا گیا ہے بلکہ طلبہ اس موضوع پر تحقیق کا خاکہ کس طرح ترتیب دیتے ہیں؟ مواد کس طرح جمع کرتے ہیں؟ مختلف مراجع اور حواشی کا اندراج کس طرح ہوتا ہے؟ یعنی یہ موضوع تحقیق کے عناصرِ ترکیبی کی مشق کے لیے ہے۔ طالب علم نے شاہ ولی اللہ کی تصانیف کو کس طرح پیش کیا ہے؟ زمانی ترتیب اختیار کی ہے؟ اشاعتِ اول کی نشاندہی کی ہے؟ یا مقالے میں شاہ ولی اللہ کی اپنی تصانیف، تصانیف کے تراجم اور مختلف اہلِ قلم کی شاہ ولی اللہ کے بارے میں تصانیف کو ایک ساتھ درج کر دیا ہے۔

سندی اور غیر سندی مقالات:

ڈاکٹر گیان چند نے تحقیق کے حوالے سے مقالات کی دو اقسام بیان کی ہیں: (۱) سندی مقالہ (۲) غیر سندی مقالہ۔

سندی مقالہ: جو مقالہ کسی ڈگری یا سند کے حصول یا کسی بھی ایسی قسم کی ضرورت کی تکمیل کے لیے لکھا جائے اسے سندی مقالہ کہا گیا ہے۔ اس ضمن میں وہ مقالات بھی آ جاتے ہیں جو اب ایم فل اور پی ایچ ڈی میں داخلے کے لیے شرط قرار دیے گئے ہیں یا ایم فل یا پی ایچ ڈی کا مقالہ اسی وقت متعلقہ ادارے میں جمع ہو سکے گا جب ریسرچ اسکالر کا کم از کم ایک مقالہ شائع شدہ ہوگا۔ ایسے تمام مقالات بنیادی طور پر تحقیق کے بجائے سند کے حصول کے لیے لکھے جاتے ہیں اس لیے عام طور

پر ایسے مقالات میں تحقیقی مقالہ کے تمام عناصر ترکیبی اور رسمیاتِ تحقیق کی موجودگی کے باوجود تحقیق ہی مفقود ہوتی ہے یا برائے نام ہوتی ہے۔ آج کل تحقیقی مجلّات میں شائع ہونے والے مقالات میں اس اسلوب تحقیق کو دیکھا جا سکتا ہے۔ بہر حال ایسے تحقیقی مقالات بھی ہیں جو سند کے حصول کے لیے لکھے گئے لیکن ان میں فی الواقع تحقیق موجود ہے۔

غیر سندی مقالہ: وہ اہلِ قلم اور محققین جو تحقیق کی اسناد حاصل کر چکے ہیں اور اپنی ملازمت میں کسی اعلیٰ منصب پر ترقی (اسسٹنٹ پروفیسر سے ایسوسی ایٹ پروفیسر یا ایسوسی ایٹ پروفیسر سے پروفیسر پر ترقی) کے لیے کشاکش سے مستغنی ہو چکے ہیں۔ بقول ڈاکٹر گیان چند: غیر سندی تحقیق جیسا کہ نام سے ظاہر ہے وہ ہے جو ڈگری یافتہ اساتذہ کرتے ہیں یا درس گاہوں کے باہر دوسرے اہلِ شوق۔ بالعموم اس کا معیار سندی تحقیق سے کافی برتر ہوتا ہے کیونکہ اس کے کرنے والے زیادہ پختہ ہوتے ہیں۔(۱۰)

غیر سندی تحقیق کرنے والے اہلِ شوق اور اہلِ علم اکثر رسمیات تحقیق کا اہتمام کم ہی کرتے ہیں۔ ایک ایسے ہی اہلِ علم کا ایک تحقیقی مقالہ ایک تحقیقی مجلّے میں اشاعت کے لیے موصول ہوا تو مراجع وحواشی میں کسی کتاب کا نام مکمل نہیں تھا اور کسی مصنف کا نام مکمل نہیں تھا مثلاً، (۱)مقدمہ، ابن خلدون یا (۲) حجۃ، (۳)احیاء، یا (۴)رازی، (۵) بخاری، (۶) مسلم، کہیں صفحہ نمبر غائب تھا تو کہیں سنِ اشاعت ندارد، ایسے اصحابِ علم وتحقیق سے رسمیاتِ تحقیق کی تکمیل کا تقاضا کرنا بھی سوئے ادب محسوس ہوتا ہے۔ مقالہ کی اشاعت مجلّے کے لیے باعثِ عزت وافتخار ہے۔ مایہ ناز نامی گرامی محقق صاحب سے رسمیاتِ تحقیق کی تکمیل کا تقاضا کیا تو کئی امکانات وخدشات ہیں کہ موصوف اپنا تحقیقی مقالہ واپس منگوا لیں گے اور مجلہ اس شرف سے محروم ہو جائے گا اور آئندہ بھی ان کی نظر کرم سے محرومی برداشت کرنی پڑے گی۔ یہ خیال بھی دامن گیر رہتا ہے کہ جس ہستی نے ایسا تحقیقی کام کیا ہے اس کا تو یہ ادنیٰ حق ہے کہ اس کے مقالے کی رسمیات تحقیق کی تکمیل کروالی جائے۔

ایسی صورت میں اکثر وبیشتر مجلس ادارت وانتظامی ہی ان رسمیات تحقیق کی تکمیل کرتی ہے لیکن ستم بالائے ستم یہ ہے کہ آج کل اکثر سندی مقالات کے نوآموز محققین بھی یہی کچھ کر رہے ہیں۔ ایسے نوآموز محققین کے مقالات اکثر معلق رہتے ہیں، ادارہ ان سے رسمیات تحقیق اور دیگر عناصر تحقیق کی تکمیل کا تقاضا کرتا رہتا ہے اور وہ ٹالتے رہتے ہیں، اس طرح وہ اپنا وقت بھی ضائع کرتے ہیں اور دوسروں کا وقت بھی ضائع کرواتے ہیں۔

سندی تحقیق کی رسمیات تحقیق اصل تحقیق سے بڑھ کر ہیں۔

۱) ایم فل، پی ایچ ڈی کی تکمیل کے لیے ایک مدت معین ہے۔

۲) ایک نگراں کی نگرانی میں ہوتی ہے اس لیے نگراں کی افتادِ طبع کو بھی مقالہ نگار اپنی تحقیق میں ملحوظ رکھنے پر مجبور ہے۔ وہ تحقیق کے لیے آزاد نہیں ہے۔

۳) وہ جامعات اور درس گاہوں کے مختلف اداروں مثلاً مجلس اعلیٰ تعلیم وتحقیق کی رسمیاتِ تحقیق کی تکمیل کرنے کا پابند

ہے، ورنہ اسے سند نہیں ملے گی۔ مقالہ نگار کے وقت اور صلاحیتوں کا جتنا حصہ ان اداروں کی رسمیات کی تکمیل میں لگ جاتا ہے اس کا عشر عشیر بھی مقالے میں تحقیق پر نہیں لگتا ہے کیونکہ اب اصل کام تحقیق نہیں بلکہ رسمیاتِ تحقیق کی تکمیل بن گیا ہے۔

۴) سندی مقالات کا نظام امتحانات اور ممتحنوں کا تقرر، ان کی رپورٹ کا حصول، اِن رسمیات کی تکمیل بھی مقالہ نگار کے لیے جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔

تحقیق کے عناصر ترکیبی:

ہر تحقیق میں کوئی نہ کوئی دعویٰ ضرور موجود ہوتا ہے، کبھی وہ ظاہر ہوتا ہے اور کبھی پوشیدہ۔ جیسے ''عربی اور انگریزی ناول نگاری کا تقابلی مطالعہ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۴۷ء''۔ یا ''عربی ناول نگاری پر انگریزی ناول نگاری کے اثرات کا تحقیقی مطالعہ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۴۷ء''۔ پہلے موضوع تحقیق میں دعویٰ تحقیق پوشیدہ ہے کہ عربی ناول نگاری پہ انگریزی ناول نگاری کے اثرات ہیں، اس میں موجود حقیقت کا اثبات مزید ان اثرات کے کیف وکم کا تعین کیا جائے جبکہ دوسرے موضوع میں ''اثرات'' کا لفظ استعمال کر کے دعویٔ تحقیق کا اظہار کر دیا گیا ہے۔(۱۱)

عربی کے عصر جدید کے نامور ادیب ڈاکٹر طہٰ حسین نے ابوالعلاء المعری پر تحقیقی مقالہ لکھا(۱۲) اس کے جواب میں کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ عربی کے بانی صدرِ شعبہ علامہ پروفیسر عبدالعزیز المیمنی نے ''ابوالعلاء و ما الیہ'' ایک تحقیقی کتاب لکھی۔ ان دونوں مقالات میں دونوں محققین کی تحقیق کو دیکھا جا سکتا ہے، کسی علمی، ادبی، سیاسی و سماجی شخصیت کے حالاتِ زندگی اور خدمات میں بھی تحقیق کے کئی پہلو موجود ہوتے ہیں۔(۱۳)

کسی بھی موضوع کے تحقیق طلب امور کا تعین ہی محققین کا اصل کام ہے۔ طبعی علوم میں تحقیق بالکل واضح اور متعین ہوتی ہے، دو اور دو چار کی طرح ہوتی ہے البتہ سماجی علوم اور ادبیات میں تحقیق دو اور دو چار کی طرح ہمیشہ متعین نہیں ہوتی ہے بلکہ تحقیق وتنقید، حقائق وواقعات کو جمع کرنا، ان کے بنیادی اور ثانوی مراجع اور مصادر کا تعین کرنا، مشکوک اور مبہم امور کی وضاحت کرنا، ایسے تمام ہی امور تحقیق کا حصہ ہیں۔ کسی بھی موضوع پر وسیع اور گہرا مطالعہ ہی تحقیق کی بنیاد ہے۔

''عربی اور انگریزی ناول نگاری کا تقابلی مطالعہ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۴۷ء''۔ یا ''عربی ناول نگاری پر انگریزی ناول نگاری کے اثرات کا تحقیقی مطالعہ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۴۷ء''۔ ان دونوں موضوعات کی مزید تحدید، تقسیم اور تفریع کر کے ان پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالات لکھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً وقت کی مزید تحدید کر دی جائے، ''جنگِ عظیم اول اور جنگِ عظیم دوم کے دوران عربی اور انگریزی ناول نگاری کا تقابلی مطالعہ''۔ اس موضوع کی مزید تحدید ہو سکتی ہے کہ صرف ایسے ناولوں کا مطالعہ کیا جائے جن میں ان دونوں جنگوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اسی طرح عربی اور انگریزی ناولوں کا تقابلی مطالعہ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۴۷ء میں کئی اعتبار سے تحدید ہو سکتی ہے۔ سماجی، سیاسی، معاشی، جنسی، اخلاقی، تہذیبی مسائل کے حوالے سے

الگ الگ مقالات لکھے جاسکتے ہیں مثلاً ''عربی اور انگریزی ناولوں میں جنسی مسائل کا تقابلی مطالعہ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۴۷ء''۔ یا ''عربی اور انگریزی ناولوں میں اخلاقی مسائل کا تقابلی مطالعہ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۴۷ء''۔

تحقیق میں تحدید، تقسیم، اور تفریع کے حوالے سے یہ میں نے ایک مثال دی ہے ورنہ اکثر موضوعات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے کسی ایک ہی پہلو پر اگر کما حقہ کام کیا جائے تو سندی تحقیق کے ساتھ اصل تحقیق کا حق بھی ادا ہو جاتا ہے، مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ!

مراجع وحواشی

۱) ابراہیم مصطفی، احمد حسن الزیات وغیرھما: المعجم الوسیط، الجزالاول، ص:۱۸۷، طھران، المکتبۃ العلمیۃ۔ ۱۹۷۷ء

۲) سورۃ الحج ۲۲:۶، سورۃ الحج ۲۲:۶۲، المومنون ۲۳:۱۱۶

۳) جالندھری، فتح محمد خان، مولانا: ترجمۃ القرآن الکریم، ص ۳۹۶، لاہور، فاران فاؤنڈیشن۔ ۱۹۸۰ء

۳ب) عثمانی، محمد تقی، مفتی، مولانا، آسان ترجمۂ قرآن۔ ص ۱۰۷، کرچی، مکتبہ معارف القرآن، اپریل ۲۰۱۲ء (یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی وجود برحق ہے۔

۳ج) مودودی، ابوالاعلیٰ، سید مولانا، ترجمۂ قرآن مجید، ص ۸۴۷، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، طبع اول جولائی ۱۹۷۶ء (یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی برحق ہے)

۴) گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، ص ۱۰، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان طبع سوم ۲۰۰۷ء

۵) Cairo, 21st Editaion 2006- Elias, A. Elias & Ed. E. Elias, Modern Dictionary. Pg 614

۶) فیروز الغات، ص ۲۵، لاہور، فیروز سنز ۱۹۷۵

۷) گیان چند، ڈاکٹر، ایضاً، ص ۸ تا ۱۱

۸) ایضاً، ص ۱۱

۹) سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اردو میں اصول تحقیق، بحوالہ محمد عابد نذیر، ''تحقیق، تنقید اور دونوں کا باہمی رشتہ'' مشمولہ سہ ماہی ''نوادر''، ص ۳۳، شمارہ جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵۔ لاہور

۱۰) گیان چند، ڈاکٹر، ص ۱۶

۱۱) بدر، عبدالمحسن طہ، تطور الروایۃ العربیۃ الحدیثۃ، ص ۲۳۱۔ ۲۳۵، قاہرہ، دارالمعارف، ۱۹۶۳ء

۱۲) طہ حسین، ڈاکٹر پروفیسر ذکریٰ ابوالعلاء، قاہرہ، دارالمعارف ۱۹۱۵ء، سرکیس، یوسف الیان، معجم المطبوعات العربیۃ، ج۔۱، ص ۱۲۲۴۔ ط: قم مکتبہ آیۃ اللہ مرعشی۔ ۱۴۱۰ اف

۱۳) المیمنی، عبدالعزیز، پروفیسر، ابوالعلاء المعری و ما الیہ۔ ط۔ قاہرہ، دارالکتب المصریۃ ۱۹۳۳ء